اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک اور نظریہ قرآن کے متعلق ہے اور وہ پہلے کی تفصیل ہے وہ یہ کہ بغیر احادیث کی روشنی کے کوئی نو مسلم راسخ الایمان محض قرآن کو عقیدت سے پڑھے تو دنیا کی کسی چیز میں اس کو لطف نہ آئے گا اور وہ محض آخرت کا آدمی ہو کر رہ جائیگا۔ یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے یہ اعتدال حدیث سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی ذات اور آپؐ کا اسوہ ہے جنہوں نے قرآن پر عمل کرنے کا صحیح ترین اور عملی نمونہ پیش کیا اس عملی تفسیر کو الگ کر کے آدمی اس بے اعتدالی سے بچ نہیں سکتا۔

(مولانا سید طلحہ بنام مولانا سید علی میاں صنف مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن معاویۃ بن ابی سفیان انہ صلی اماماھم فقام فی الصلوٰۃ و علیہ جلوس فسبح الناس فتم علی قیامہ ثم سجدنا سجدتین وھو جالس بعد ان اتم الصلاۃ ثم قعد علی المنبر فقال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم یقول مَن نسِیَ من صلاتہ شیئا فلیسجد مثل ھاتین السجدتین (مسند احمد ص۱۰۰ ج ۴ - السنن الکبریٰ ص۳۳۵ ج ۲)

نماز کے اہم ترین مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ سجدہ سہو کا ہے۔ بھول چوک کی وجہ سے نماز میں جو کوتاہی یا نقص واقع ہو جاتا ہے اس کی تلافی کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر پھر سے دو سجدے کئے جائیں اور اس کے بعد نماز معمول کے مطابق ختم کر دی جائے۔ اگر نماز میں کوئی ضروری چیز ترک ہو جائے جیسے قیام یا قرأت یا رکوع یا سجدہ وغیرہ جو چیز ارکان نماز شمار ہوتی ہیں تو ایسی شکل میں وہ نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ اسے از سر نو پڑھنا ہو گا۔ ہاں جو چیزیں واجب ہیں ان میں سے کوئی رہ جائے تو ایسی شکل میں اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو سکتی ہے۔ مثلاً قعدہ اولیٰ کا مسئلہ ہے کہ وہ واجب ہے۔ دوسری رکعت کے سجدہ ثانی سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے بیٹھنا ضروری تھا لیکن بھولے سے بیٹھ نہیں سکا کھڑا ہو گیا تو اب حسب طریقہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر سجدہ سہو کرلے تو نماز پوری ہو جائے گی۔ یا مثلاً وتر کی نماز میں دعائے قنوت اور اس کے لئے تکبیر کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ واجب ہے اس کا ترک ہو گیا تو سجدہ سہو سے کام بن جائے گا۔

جو روایت آپ نے مسند احمد اور السنن الکبریٰ کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائی اس میں یہی بات ہے کہ امام عادل و ہادی حضرت معاویہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ نے نماز پڑھائی تو ایسے مقام پر وہ کھڑے ہو گئے جہاں بیٹھنا ضروری تھا (جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اشارہ کیا۔ ایسا موقعہ تشہد اولیٰ کا ہی ہو سکتا ہے۔ ایسا ہو جائے تو پلٹ کر بیٹھ نہ جائے کہ اس سے نماز خراب ہو جائے گی بس جب بھول کر کھڑا ہو ہی گیا تو اب مابقی نماز کی تکمیل کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے لیکن اگر قعدہ اخیرہ کی بات تھی۔ اس کے لئے بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو گیا تو اب یاددہانی پر بیٹھ جائے۔ کیونکہ اب کھڑا رہنے کا کوئی سلسلہ نہیں کہ اس کے بعد نماز ختم ہو جائے گی —

یہ مسئلہ بھی ذہن میں رہے کہ فرائض و ارکان کی جو ترتیب ہے اس میں تاخیر سے بھی سجدہ سہو ضروری ہو جاتا ہے) لوگوں نے تسبیح بیان کر کے یاد دہانی کرائی (یہ مقتدیوں کے لئے ہے کہ وہ تسبیح کہہ کر امام کو یاددہانی کرائیں چونکہ مقتدی

(باقی ۶ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۶ ⁂ شمارہ ۴۸
۲۴ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ ⁂ ۲۹ مئی ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

پبلشر مولانا عبید اللہ انور [illegible] لاہور

کمیونزم کا آخری باب

امریکی صدر مسٹر ریگن نے کہا ہے کہ کمیونزم کا آخری باب لکھا جا رہا ہے اور یہ نظام بس دم توڑنے والا ہی ہے۔

امریکی صدر نے جس پس منظر میں یہ بات کہی اس سے ہر باشعور انسان واقف ہے۔ پولینڈ اور افغانستان کے واقعات نیز بعض دوسرے بین الاقوامی معاملات و واقعات نے لوگوں کو ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا ہے اور وہ یہ باتیں کہنے لگے ہیں کہ یہ نظام صبح و شام میں دم توڑنے والا ہی ہے —— اور جہاں تک امریکی صدر اور اس پوری لابی کا تعلق ہے ان کی تو ویسے ہی یہ ضرورت ہے اور انہیں تو بہرحال یہ بات کہنی چاہیئے —— جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم اپنی تمامتر عملی کمزوریوں کے باوجود الحمد للہ تعالیٰ "صراط مستقیم" پر قائم ہیں۔ ہماری دلچسپی نہ دائیں بازو سے ہے جس کی قیادت و سربراہی چچا سام کے ہاتھ میں ہے نہ بائیں بازو سے ہمیں کوئی نسبت و تعلق ہے جس کی قیادت روس کر رہا ہے۔ ہم ہر دو نظاموں کو انسانیت کے لئے باعث مصیبت و پریشانی سمجھتے ہیں اور اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ انسانیت کے دکھوں کا مداوا صرف اور صرف اس نظام سے وابستہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے نازل فرمایا اور جسے محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و سلامہ نے عملاً نافذ کیا اور جس کی برکات کا مظاہرہ دنیا نے ایک ہزار سال تک کیا —— نام نہاد دائیں بازو کے علمبردار انہی اسلاف کے اخلاف ہیں۔ جو مدینہ میں بشکل یہود موجود تھے۔ تو دوسری طرف قیصریت کی شکل میں انسانیت پر ظلم توڑ رہے تھے۔ یہ سبھی مل جل کر دین اسلام کا راستہ روکنے میں لگے رہے۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالےٰ

کے دین کو دنیا میں پھیلنا تھا وہ پھیلا اور ان کی ہر سازش ناکام ہو گئی ——— صلیبی جنگوں کا طول طویل سلسلہ ان سازشوں کی اہم کڑی تھی لیکن مسلمان حکمرانوں اور عوام نے جس طرح جرأت و دلیری سے اس مرحلہ پر صلیبیوں کو ناک چنے چبوائے اس کی تلخی یہ لوگ اب تک نہیں بھولے۔ اس کے بعد اس عنصر کو اُس وقت کسی درجہ میں کامیابی ہوتی جب ان کی سازش خلافت اسلامیہ کے خلاف کامیاب ہو گئی اور دول اسلامیہ ان کے قبضہ میں آ گئے۔ یہ ظلم و شقاوت کی انتہا تھی۔ ورہ اس کا ردِ عمل ایک خاص علاقہ میں کمیونزم کی شکل میں ہوا۔ یہ لطیفہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس طرح دائیں بازو کے علمبرداروں کے پس پردہ یہودی ذہن کارفرما تھا اسی طرح بائیں بازو کے اس گروپ کے فکری رہنما بھی یہودی اور اس کے گماشتے تھے۔ یہودی ذہن اپنی عیاری و مکاری سے کام لے کر دو محاذوں میں بٹا ہوا ہے لیکن بباطن وہ اسلامیانِ عالم کے خلاف سرگرم عمل ہے اور اس طرح کہ آپس میں گویا کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، ایک دوسرے کو نظر بظاہر جو آنکھیں دکھائی جاتی ہیں ان کی حقیقت "نورا کشتی" کے بغیر کچھ نہیں ہوتی اور امریکی صدر کا بیان اسی ضمن میں آتا ہے ورنہ کمیونزم تو خود ان کی ضرورت ہے اور یورپ اور اس کے حلیف فرانس کے تازہ انقلاب کے بعد اس عفریت سے بچ نہیں سکتے۔

اصل مسئلہ عالم اسلام کا ہے جس کے کرتا دھرتا ادھر ادھر بٹ کر دوسروں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ آج ہمارے پاس نہ وسائل کی کمی ہے نہ افرادی قوت کی، ضرورت صرف خلوص و دیانت کی ہے اور بدقسمتی سے ہمارا اونچا طبقہ اس دولت سے محروم ہے۔ بعض مقامات پر تو اسلام کا نام برائے وزن بیت لینے کی بھی کوئی زحمت گوارا نہیں کرتا اور بعض مقامات پر نام بہت لیا جاتا ہے لیکن عمل و کردار اتنا گھناؤنا ہے کہ توبہ بھلی!

ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام حقیقی معنوں میں بیدار ہو، اس کے فکری رہنما سر جوڑ کر امت کے وحدت و اجتماع کا لائحہ عمل تیار کریں۔ اور حکومتیں ان کو عملی جامہ پہنائیں، ایسا ہو گیا تو کمیونزم کے ساتھ ساتھ کیپٹیل ازم بھی دم توڑ کر رہ جائے گا ——— اور کلمۃ اللہ ھی العلیا کی بات عملاً واضح ہو جائے گی لیکن چچا سام کے خوش کن بیانات سے مسحور ہو کر اگر کسی نے حقائق سے آنکھیں موند لیں تو یہ خودکشی ہو گی اور اس طرح ہمارا وجود غارت ہو کر رہ جائے گا۔

غلط نہیں ہو گا کہ ہم کم از کم اس ملک کے باسیوں اور ان کے رہنماؤں سے درخواست کریں کہ فکر و عمل کی بیگانگی و بُعد اور مختلف محاذوں میں بٹنے کے بجائے اعتصام بحبل اللہ کا اہتمام کریں مکار و خداع طبقہ اور کسی بدکار و آوارہ طبقہ کا دم بھرنے کے بجائے "صراط مستقیم" پر اپنی گاڑی ڈال دیں کہ اسی میں ان کا اور پوری قوم کا بھلا ہے۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

دِل کی اصلاح

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات! حضور نبیٔ مکرم رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے فرائض میں تزکیہ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ تزکیہ، احسان، تصوف وغیرہ ایک ہی حقیقت کے مختلف نام ہیں۔ اور اس کا مقصد دل کی اصلاح ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق دل درست ہو تو زندگی کا سارا نظام درست رہتا ہے اور تمام اعضاء ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتے ہیں لیکن دل بگڑ جائے تو سارا نظام بگڑ جاتا ہے اس لئے دل کی اصلاح کی بڑی فکر ہونی چاہیئے۔ سرکارِ دو عالم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی صفائی و ستھرائی کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے دل کی ستھرائی کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے "صقالۃ القلوب ذکر اللہ"

امام غزالی قدس سرہ نے اس سلسلہ میں کچھ اصول لکھے ہیں ان میں ایک اصول تو یہ ہے کہ انسان ہر وقت یہ محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے خالق و مالک ہیں جس طرح میرے ظاہری حالات سے باخبر ہیں باطنی کیفیات سے بھی باخبر ہیں۔ قرآن عزیز نے کئی جگہ یہ بات ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں، اندرونی کیفیات سے واقف ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا معاملہ ایسا ہے تو بندے کو چاہیئے کہ اپنے دل کو بُرے خیالات و وساوس سے پاک رکھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی [illegible] سے بسائے کہ اللہ تعالیٰ کی [illegible] ہی ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعہ وہ وساوس اور مکروہ خیالات سے بچ سکتا ہے۔

دوسری بات حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب کو دیکھتے ہیں یعنی دل اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام ہے۔ آدمی افسر اعلیٰ کے سامنے ہو یا تعلیم گاہ میں استاد کے سامنے ہو تو اس کو اس کی فکر ہوتی ہے کہ میرا لباس، میرا یونیفارم صاف ستھرا ہو ورنہ سرزنش ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے اور مالک الملک ہیں ان کی نظر جہاں پڑتی ہے وہ جگہ پلیدی اور غلاظت سے لبریز ہو بڑے ہی شرم کا مقام ہے۔ چاہیئے یہ کہ کفر و شرک، بدعات و خرافات کی گندگی سے دل بالکل پاک ہو تاکہ اس پر انوارِ الٰہی کا عکس پڑ سکے۔

تیسری بات امام غزالیؒ نے وہی لکھی جس کا پہلے اشارہ ہوا کہ دل بادشاہ کی مانند ہے اس لئے اس کی اصلاح و درستگی پر ساری رعایا کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔ ورنہ مشہور بات ہے کہ بادشاہ ظالم ہو گا، بگڑا ہوا ہو گا، عیوب و نقائص اس میں ہوں گے اور وہ ظلم و فساد کا خوگر ہو گا تو ساری رعایا بھی ایسی ہی ہو گی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ

دل معرفت خداوندی کا خزینہ ہے چونکہ اللہ تعالےٰ پاک صاف اور طیب ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے اس لئے ان کی بارگاہ میں جو چیز قابل قبول ہوگی وہ بھی پاک و طیب ہی ہوگی۔ اس لئے خلوص و اخلاص بڑا ضروری ہے اور اس کا تعلق دل ہی کے ساتھ ہے دل میں یہ جذبہ جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر عبادت میں لذت زیادہ ہوگی اور اعمال کا نور اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

پانچویں بات بقول امام غزالیؒ یہ ہے کہ انسان کا دشمن شیطان ہر وقت دل کو تباہ کرنے میں کوشاں ہے خود انسانی نفس کی فریب کاریاں اس کے درپے ہیں۔ عوارضات ہر وقت اس کا احاطہ کئے رہتے ہیں۔ پھر مشکل یہ ہے کہ یہ انسان کی نظر سے غائب ہیں۔ اس لئے اس کا علاج مشکل، پرہیز مشکل اور اس پر آفات بہت جلد حملہ آور ہوتی ہیں حتیٰ کہ بقول بعض حضرات کے ہنڈیا کے اُبلنے کی دیر سے بھی زیادہ جلدی میں یہ متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت و نگرانی اور اس کے علاج و پرہیز کی فکر ازبس ضروری ہے تو بنیاد تو یہی ہوتی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرے، اس سے اعمالِ خیر کی توفیق مانگے، ایمان کے ضیاع، طاعت سے محرومی جیسے خطرات کا علاج اور اس پاک ذات سے تعلق و رابطہ کا مؤثر ذریعہ اس کی یاد و فکر ہے۔ جب ہم اسے یاد کریں گے تو اس کا وعدہ ہے کہ وہ ہمیں یاد کریگا۔ اس لئے عزیزانِ گرامی! دل کی اصلاح، اللہ تعالےٰ کی یاد کی بے اندازہ فکر کریں کہ اسی میں دنیا کا بھلا اور اسی میں عاقبت کی خیر ہے دنیا میں بھی اطمینان اسی کی یاد سے وابستہ ہے ورنہ اطمینان کی کوئی شکل نہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اصلاح قلب کی توفیق سے نوازے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ : احادیث الرسولؐ

تو چپ ہی رہتے ہیں۔ جب وہ تسبیح پکاریں گے تو امام چوکنا ہو جائے گا اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ مجھ سے کیا گڑبڑ ہوئی) اس یاد دہانی پر حضرت معاویہؓ بیٹھے تو نہیں بلکہ آپؓ قیام کو پورا کیا اور پھر آخر میں جب بیٹھے دو سجدے کئے (یہی سجدہ سہو ہے) جب نماز مکمل ہو گئی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطبہ دیا۔ (مقصد عوام کو سمجھانا تھا تاکہ وہ چہ میگوئیوں میں پڑ کر پریشان نہ ہوں) اور فرمایا کہ میں نے جناب سرور کائنات علیہ السلام سے بذات خود سنا ہے۔ آپؐ ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص نماز سے کوئی چیز بھول جائے (واجبات نہ کہ ارکان) تو وہ اس طرح دو زائد سجدے کرے۔

اللہ تعالےٰ کا ہم پہ بڑا کرم ہے کہ نماز جو معراج کا تحفہ ہے اور جس کی مقدار پچاس سے پانچ رہ گئی لیکن اجر اتنا ہی رہا اس میں بیماری، مسافرت اور بھول چوک میں مختلف النوع رعایتیں دے دیں تاکہ لوگ اس فریضہ خداوندی کو خوش اسلوبی سے ادا کر سکیں۔ یہ ضرور ہے کہ بقائمی ہوش و حواس بلوغت کے بعد نماز کی چھٹی کسی شکل نہیں اور اسلام میں نماز کی جو اہمیت ہے وہ معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے اسے کفر و اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں نماز کے مسئلہ میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق دے۔ آمین

خطبہ جمعہ — ضبط و ترتیب : علوی

معراج نبویؐ ــــ اور ــــ نماز

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدظلہم ○

بعد الحمد والصلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً ...... انہ ھو السمیع العلیم - صدق اللہ العلی العظیم - (بنی اسرائیل:۱)

محترم حضرات و معزز خواتین!

سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کریمہ آپ نے سماعت فرمائی ــــ حضور رحمت دو عالم قائدنا الاعظم محمدؐ عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و سلامہ کی زندگی کے مہتم بالشان واقعہ "معراج" کے ایک حصہ یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔ اس عظیم الشان سفر کے ایک حصہ کا ذکر قرآن عزیز کی ایک دوسری سورۃ "النجم" میں ہے۔ اور آپ نے بڑی تفصیل سے تمام واقعات امّت کو بتلائے جو احادیث میں موجود ہیں ــــ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کا اس موضوع پر مستقل رسالہ ہے "تحفہ معراج النبیؐ" کے نام سے وہ بتمامہ پچھلے خدام الدینؒ میں آچکا ہے۔ حضرت کے دیگر رسائل کی طرح یہ رسالہ بھی ہزاروں کی تعداد میں چھپا اور تقسیم ہوا۔ بحمداللہ تعالےٰ آج بھی انجمن وسائل کی کمی کے باوجود اس سلسلہ خیر کو جاری رکھے ہوئے ہے اور اس سمیت تمام رسائل تقسیم کر رہی ہے۔

واقعات کی تفصیل تو آپ اس میں ملاحظہ فرمائیں یا دوسری سیرت مطہرہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں جن میں بڑی تفصیل سے ان واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں حضرت حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کا رسالہ "سرور المخزون"، حضرت تھانوی، مولانا سید سلیمان ندوی، قاضی محمد سلیمان منصورپوری، مولانا حفظ الرحمٰن اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے حضرات کی کتابیں شامل ہیں ان میں سے ہر ایک نے اس امام برحق و قائد انسانیت کے سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے لکھا اور خوب لکھا ــــ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ احسن تقویم کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے اس محبوب خدا کی سیرت و کردار پر کسی کی چیز "حرف آخر" نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے ع ــ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" والی بات بنتی ہے اور یوں اس میدان میں آدمی اپنے عجز کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ــــ

پھر یہ بھی ہے کہ کسی غلام کا آقا کی سیرت پر قلم اٹھانا اس لئے نہیں ہوتا کہ اس طرح آقا کے کلاہ افتخار میں کوئی کلغی بڑھ جائیگی یہ تو ایک ذرہ بے مقدار امتی کا نذرانہ عقیدت ہوتا ہے جو وہ سہمے سہمے بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہے اور جب پیش کرتا ہے تو اس احساس کے ساتھ کہ :-

"جئنا ببضاعۃ مزجاۃ

یعنی بہت ہی معمولی قسم کا نذرانہ اور ہدیۂ عقیدت لائے ہیں"

کیونکہ جس ذات کی تعریف و توصیف خالق اکبر فرمائیں اس پر میں، آپ یا کوئی کیا لکھے گا۔ غالب نے کتنی صحیح بات کہی۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

اور حضرت حسان رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو دربارِ رسالت میں کفر کے اعتراضات کا جواب دیتے اور آپؐ خوش ہو کر دعائیں، وہ فرماتے ہیں :-

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمد

"یعنی میں اپنی باتوں سے اور نعتیہ اشعار سے آپؐ کی تعریف نہیں کرتا بلکہ آپؐ کی تعریف کر کے اپنے مقالات و اشعار کی قیمت بڑھاتا ہوں"

تو محترم حضرات! سرکار رسالت کا معاملہ ایسا ہے کہ ان کا نام آیا اور طبیعت بے قابو ہو گئی۔ اور یہ تقاضا ہے ان کے عظیم احسان کا۔

بہرحال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ واقعات معراج کی تفصیل مقصود نہیں وہ آپ کو تفصیل کتابوں میں ملے گی۔ مجھے اس واقعہ کی نسبت سے ایک خاص بات کی طرف توجہ دلانا ہے ـــــ اور یاد آیا اس خاص بات سے قبل ذرا آپ کو دبستان قاسمی کے ایک مایہ ناز شاگرد مولانا سید مناظر احسن گیلانی قدس سرہ کے الفاظ میں اس واقعہ سے متعلق چند سطور سنانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے سامنے اس عظیم الشان واقعہ کی حقیقت واضح ہو جائے۔ مولانا مرحوم سیرت پر اپنی مختصر کتاب "النبی الخاتم" میں فرماتے ہیں :-

"جس چیز کو ایک طرف سے دباؤ گے تو دوسری طرف اس کا ابھرنا ناگزیر ہے آخر جو نیچے کو دبایا گیا، اور مسلسل نہایت بیدردی سے دبایا گیا اور وہ دبتا ہی چلا گیا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ لوگ اسی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ معراج میں اوپر کی طرف کس طرح چڑھا؟ کیوں چڑھتا گیا؟ آخر حد درجہ جسے نیچے دبایا گیا، اسے حد درجہ اوپر ابھرنا چاہیئے تھا اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ (ص۵۲)

اس سے آگے مولانا نے مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے حضور علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ہے اور بتلایا ہے کہ اس میں کیا راز تھا؟ درمیانی کڑیاں چھوڑ کر آخر میں آخری آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی

وہ بانی کعبہ تھے۔ یہ وہ کعبہ تھا جس کو بدبخت عناصر نے بتکدہ میں تبدیل کر دیا تھا: اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ حضور علیہ السلام کو بادیدہ نم اسے چھوڑ کر مدینہ طیبہ جانا پڑا لیکن یہ درمیانی وقفہ بہت کم تھا بالآخر آپ فاتحانہ مکہ میں تشریف لائے اور اپنی جبین مقدس کے سجدوں سے اسے رونق بخشی اور آباد کیا بقول مولانا گیلانی

"آپ نے کعبہ پر قبضہ کر کے پھر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ کی مسجد بنا دیا۔ اور اسی پر زندگی ختم ہو گئی۔ (النبی الخاتم ص۵۵)

جانتے ہو کہ کعبہ پر دوبارہ قبضہ کے بعد ہی سورۃ نصر نازل ہوئی۔ جو بقول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور علیہ السلام کی دنیا سے رخصتی کی پیشین گوئی تھی۔ اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ کی امداد آنے اور اس پر فتح منتج ہونے کا ذکر تھا۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کی شکر گذاری کے لئے تسبیح و استغفار کا حکم۔ یہ وہی تسبیح و عبادت ہے جس کا آپ کو ہر حال میں حکم تھا اور سورۃ نحل میں فرمایا تھا کہ لوگوں کی بے ہودگیوں اور ان کی فتنہ سامانیوں سے آپ کو جو زحمت اور پریشانی ہوتی ہے اسے اللہ تعالےٰ خوب جانتے ہیں

اس کا علاج تسبیح و سجدہ ہے اور یہ تسبیح و سجدہ اور عبادت زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہنا چاہیئے۔ واعبد ربک حتّٰی یاتیک الیقین۔

نماز

نماز اس تسبیح و سجدہ کا مظہر اتم ہے۔ دشمنوں نے آپ کو دبانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے عرش پر بلا کر آپ کو مقام رفیع عطا فرمایا اور پھر اسی جگہ نماز کا حکم دیا جو ابتدا میں پچاس تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے نرمی برتتے برتتے پانچ کر دیں۔ یہی نماز ہے جسے حضور علیہ السلام نے مومن کی معراج قرار دیا گویا بتلا دیا کہ میری شان رحمت للعالمینی کا تقاضہ ہے کہ مجھے اللہ تعالےٰ کا قرب نصیب ہوا تو تم کیوں محروم رہو۔ تمہیں یہ قرب نماز میں ملے گا۔ اور نماز میں سجدہ خاص طور پر ایسا رکن اعظم ہے کہ اس میں بندہ اللہ تعالےٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ نماز ہی ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انسان کی ایمانی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے اسی پر اسلام کا دارومدار ہے یہ تحفہ معراج ہے۔ اس میں نبی کریم علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ قیامت کے دن نور و برہان ہوگی نمازی کے اعضاء چمکتے ہوں گے۔ وہ مسرور و مطمئن ہوگا۔ اسے انبیاء و صدیقین کی رفاقت نصیب ہوگی۔

اندازہ کریں۔ نماز کتنی اہم ہے۔ آپ گھر میں ہوں، سفر میں، صحت مند ہوں یا بیمار، وضو کرنے پر قادر ہو یا نہیں؟ اور حتیٰ کہ جنگ کی حالت ہو یا امن کی، نماز نہیں چھوٹتی۔ قرآن ان تفصیلات سے بھرا پڑا ہے۔ خود حضور علیہ السلام کا جو عمل و کردار ہے وہ الم نشرح ہے۔ آپ تو اتنے حساس ہیں کہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ جماعت کا اہتمام نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھر جلا دوں۔ اگر گھر میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو ایسا کر گذرتا۔

آج قوم جس صورتِ حال کا شکار ہے اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں عاجزی و زاری سب سے زیادہ ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ آپ کسی زحمت، پریشانی اور دکھ کا شکار ہوتے تو فوراً مسجد کا رخ فرماتے، نماز میں مشغول ہو جاتے ـــــ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی ایسا ہے۔

استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ اللہ کی امداد کا مؤثر ذریعہ نماز اور صبر ہے۔

ہمیں حضور علیہ السلام سے سچی محبت و عقیدت ہے تو آئیں اس تحفہ معراج کی قدر کریں خود بھی نمازی بنیں، دوست احباب، عزیز، بھائی، بہن، بیوی، بچے سب کو اس پر لگائیں۔ کہ اس میں خیر و فلاح اور برکت ہے۔

اللہ تعالےٰ حسن عمل کی توفیق دے۔

جماعتی احباب کیلئے

مژدۂ جانفزا

حضرت قائد محترم مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم جنرل سیکرٹری نظام العلماء پاکستان ہر پیر کو بعد نماز مغرب مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں جماعتی احباب سے ملاقات فرمایا کریں گے۔ یہ نشست خاص طور پر جماعت کی تنظیم و ترقی کے لئے مخصوص ہوگی ـــ ویسے جماعتی مقاصد کے لئے ملک کے مختلف حصوں سے آنے والے احباب کسی بھی دن ملاقات کر سکتے ہیں۔

ناظم دفتر جمعیۃ علماء اسلام لاہور

امیرالمومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

عبدالرحمٰن جامی، جلال پور پیروالہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سردر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی ہدایات کو اس طرح سامنے رکھا کہ آپؓ نے دین کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے بھی انتھک کوشش کی۔

حضرت امیر معاویہؓ قریش کے مشہور سردار اور مجاہد مسلمان حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ حضرت معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ذی فہم، بردبار صاحب تدبر، بلند پایہ سیاست داں اور انتظامیہ میں انتہائی باکمال تھے۔ کتابت وحی کی تفویض آپ کے امین ہونے کی بین دلیل ہے۔ اس کے باوجود اہل سنت والجماعت کا اکثر طبقہ بھی اس دور میں ان کے عظیم مرتبہ سے ناآشنا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کی عظیم شخصیت ہیں۔ آپ نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ خصوصاً بحری بیڑہ کی تیاری، قبرص، صقلیہ، سوڈان وغیرہ کی فتوحات آپ کے لئے سنہری کارنامے ہیں۔ جس پر انہیں جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کے ان کارناموں سے عوام مسلمان تو درکنار بعض خواص بھی ناواقف و بے خبر ہیں۔

سیرت وصورت

قد آپ کا لمبا تھا بڑے خوبصورت اور وجیہ انسان تھے چہرہ پُر وقار تھا انتہائی بردبار تھے۔ اس ظاہری حسن و جمال کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سیرت کی خوبیوں سے نوازا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ سے مروی ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔ حضرت معاویہؓ کو برا نہ سمجھو جس وقت یہ تمہارے اندر سے اُٹھ جائیں گے تم دیکھوگے کہ بہت سے سر تن سے جدا ہو جائیں گے۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۴۴)

رحمۃ للعالمینؐ سے تعلق

امیرالمومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل ہے ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرو۔ جو ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک محافظ مقرر [illegible] اور جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو چھو[illegible] دے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے [illegible] چھوڑ دیا قریب ہے کہ اللہ [illegible] تعالیٰ اس کو مصیبت میں پکڑ[illegible] رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ عل[illegible] و اصحابہ وسلم نے فرمایا اللہ تعا[illegible] نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے میں جس کے ساتھ اپنی کسی ل[illegible] کا نکاح کروں یا خود کسی خاندان کی لڑکی سے نکاح کروں یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔

کاتب وحی

امیرالمومنین حضرت معاویہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ ابو نعیم نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے اور عمدہ کتابت کرتے تھے فصیح، بلیغ، بردبار اور باوقار تھے مدائنی نے کہا۔ زید بن ثابت کتابت وحی کرتے تھے اور حضرت معاویہؓ ان تحریرات کو لکھا کرتے تھے جو رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے اور اہل عرب کے درمیان ہوتی تھیں۔ اس میں وحی اور غیر وحی سب شامل ہیں۔ پس امیرالمومنین حضرت معاویہؓ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے امین تھے۔

ع۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت امیر معاویہ فاروقِ اعظمؓ اور تابعین کی نظر میں

دامادِ حیدر امیرالمومنین سیدنا عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کو ترغیب دی تھی کہ جب فتنہ واقع ہو تو شام چلے جائیں اور حضرت امیر معاویہؓ کے پاس رہیں۔

امیرالمومنین دامادِ حیدرؓ فاروق اعظمؓ کی بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے بطور پیشین گوئی کے بیان کیا کہ امت کی کنجیاں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں چلی جائیںگی گویا انہوں نے حضرت معاویہؓ کی قوت نفیسہ اور ذکاوت، عقل و حکمت اور حل مشکلات کی شہادت دی۔ ان مناقب جلیلہ کا حضرت عمر فاروقؓ سے صادر ہونا حضرت امیر معاویہؓ کے رفیع الشان مرتبہ اور کمال منقبت کے لئے کافی ہے۔

(تطہیر الجنان ابن حجر مکی رحمہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو جس نے امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخی کی تھی تین کوڑے لگوائے حالانکہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں کسی کو جلد مارنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

عبداللہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ ابو عبدالرحمٰن معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ ابن مبارک نے کہا۔ خدا کی قسم! حضور علیہ السلام کے ساتھ جہاد کے دوران جو غبار معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں گیا تھا عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔ حضرت معاویہؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب عبداللہ ابن مبارک جیسے شخص حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق ایسا کہتے ہیں کہ خود حضرت امیر معاویہؓ نہیں بلکہ ان کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے تو کسی کو ان پر اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔

وفات

جد الحسنین امیرالمومنین سیدنا امیر معاویہؓ نے ۲۲ رجب ۶۰ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ یہ علم و حلم اور تدبر کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

حضرت سیّد احمد شہید قدس سرّہٗ

پاکستان نیشنل سنٹر لاہور شاخ کے زیر اہتمام سید صاحب اور شہدائے بالاکوٹ کی یاد میں ایک نشست منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا عبید اللہ انور نے یہ مقالہ پڑھا۔ حضرت موصوف کے علاوہ سید نفیس شاہ صاحب، عبد الکریم عابدؔ شعبہ پولیٹکل سائنس کے طالب علم نصیب اختر چوہدری اور اسی شعبہ کے سربراہ منیر چغتائی صاحب نے خطاب کیا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ دینِ محمدی کی نصرت میں اپنے مولا کا حکم بجا لاؤں۔ جو مالک مطلق اور بادشاہِ برحق ہے۔ خدائے عزوجل گواہ ہے کہ اس ہنگامہ آرائی سے میرا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں نہ اس میں کوئی نفسانی غرض شامل ہے، ایسی غرض نہ کبھی زبان پر آئی ہے نہ دل میں گذری ہے۔ دینِ محمدیؐ کی نصرت کے لیے جو کوشش جس صورت میں بھی ممکن ہوگی ضرور بجا لاؤں گا۔ اور جس تدبیر کو بھی مفید پاؤں گا اسے لازماً اختیار کروں گا انشاءاللہ زندگی کے آخری سانس تک اس سعی میں مشغول رہوں گا۔ پوری عمر اسی کام میں صرف کردوں گا۔ اور جب تک زندہ رہوں گا اسی مقصد کے لیے تگ و دو جاری رکھوں گا۔ جب تک سر گردن پر سلامت ہے اس میں یہی سودا سمایا رہے گا۔ اور جب تک پاؤں تابِ رفتار سے محروم نہیں ہو جاتے اسی راستہ پر چلتا رہوں گا۔

مفلس بن جاؤں یا دولت مند، منصب پر پہنچ جاؤں یا کسی کی رعیت بن جاؤں، بزدلی کی تہمت لگے یا شجاعت کی ستائش کی جائے۔ میدانِ جہاد سے کامیاب ہوکر زندہ لوٹوں یا شہید ہو جاؤں۔ اگر میں دیکھوں کہ میرے مولا کی رضا اس میں ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تنہا میدانِ جنگ میں آؤں تو خدا کی قسم دل و جان سے تنہا سینہ سپر ہو جاؤں گا۔ اور لشکروں کے ہجوم میں گھستے وقت دل میں ذرا سا بھی کھٹکا نہ ہوگا — مجھے نہ بہادری جتانا مقصود ہے اور نہ ریاست حاصل کرنا چاہتا ہوں میرا مقصد تو احکم الحاکمین کے فرمانوں کی بجا آوری ہے۔

محترم حاضرین اور عزیز طلبار، یہ طویل اقتباس جو پیش کیا گیا یہ تیرھویں صدی ہجری کے مجدد اور ملتِ اسلامیہ کے محسن و مربی حضرت امیر المومنین سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو بقول مولانا غلام رسول مہر ۶ر صفر ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ر ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کی صبح کو بالاکوٹ میں شہید ہوگئے اور اس طرح اپنے رب سے کیا ہُوا وعدہ پُورا کرکے سرخرو ہوگئے۔ اسی قسم کے لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب ۲۳)

یعنی ان ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ وہ ہیں جو (شہادت کے) مشتاق ہیں، اور انہوں نے ذرا سا بھی ردو بدل نہیں کیا۔

سیّد موصوف کی زندگی کے ۴۶ برس سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی سے عبارت ہیں۔ ملت کیلئے دھڑکنے والا یہ دل اور بے قرار روحِ حیاتِ مستعار کے مختصر لمحات میں ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھی اور ملت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے برابر سرگرمِ عمل رہی تا آنکہ ربِ کائنات کے آستانۂ قدس پر اپنے پاک خون کا نذرانہ پیش کر دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

محترم حضرات! تفصیلی حالات کا وقت نہیں مختصر یوں سمجھئے۔ کہ برصغیر جو رنگا رنگ تاریخی واقعات کا حامل ہے گیارھویں صدی ہجری میں اس میں ایک ایسا موڑ آیا کو بعض بر خود غلط عناصر نے مغل بادشاہ اکبر کا رخ موڑ کر اس ملک سے اسلام کو رخصت کرنا چاہا لیکن حضرت الامام مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ کے انفاسِ طیبہ کی برکت سے اٹھنے والا وہ فتنہ دب گیا۔ اور مغلیہ سلطنت جس کا رخ بدلا ہی چاہتا تھا راہ راست پہ آگئی۔ آپ کے خلفا میں حضرت سید آدم بنوری قدس سرّہٗ کا نام نامی بہت معروف ہے جنہیں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکِ پاک میں مدفون ہونے کا شرف حاصل ہُوا۔ انہی کے فیض یافتہ تھے حضرت شاہ علم اللہ قدس سرّہٗ جو ہمارے ممدوح حضرت السید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ ادھر سرہند کے فاروقی مجدد کی آواز نے دلی کے ایک اور فاروقی خاندان کو گرمایا۔ یہ شاہ عبد الرحیمؒ تھے۔ جو عالمگیر مرحوم کے ہمعصر تھے انہی کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ تھے جنہیں بقول سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ملت نے حکیم الامت کا خطاب دیا اور بقول امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ انہوں نے حضرت مجدّد الف ثانی کے چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل کی۔ (شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک) مجدد سرہندی اور مجدد دہلوی کے دو آتشہ سے جو سہ آتشہ تیار ہُوا وہ وہی تھا جس کا ذکر ہو چکا۔ یعنی رائے بریلی کے حسنی سادات کا گھرانہ اوپر کے تعلقات کا اشارہ ہو چکا۔ سید صاحب کے نانا شاہ ابو سعید حسنیؒ کے ولی اللہی خاندان سے مراسم ایک تاریخی حقیقت ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا دور عجیب افراتفری کا دور تھا شاہ صاحب ۴ برس کے تھے کہ عالمگیر دنیا سے رخصت ہوگیا اس کا رخصت ہونا تھا کہ سلطنتِ مغلیہ کو گھن لگ گیا۔ حکیم دہلوی نے نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی سے روابط پیدا کیے۔ دور حاضر کے نامور محقق خلیق احمد نظامی نے حکیم الامت دہلوی کے خطوط جو مرتب کئے ہیں ان سے اس داستان کو سمجھنا بہت آسان ہے شاہ صاحب دنیا سے رخصت ہوئے تو سترہ سالہ صاحبزادے شاہ عبد العزیز جو بجا طور پر سراج الہند کہلائے جانے کے مستحق ہیں جانشین قرار پائے یہ جانشینی محض صاحبزادگی کی مرہونِ منت نہ تھی، کمال درجہ کی اہلیت و صلاحیت اس کا اصل باعث تھی عظیم و لائق بیٹے نے باپ کے کام کو سمیٹا اور حجۃ اللہ البالغہ سے لے کر ازالۃ الخفاء میں جو کچھ پھیلا ہُوا تھا۔ اسے مرتب شکل دے کر وہ فتویٰ شایع کیا جو انگریزی سامراج کے خلاف پہلی کاری ضرب تھی — ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ ایسا نہیں تھا جسے نظر انداز کیا جاتا اپنے اور بیگانے اہل قلم اس کی اہمیت کے معترف ہیں شاہ صاحب اور آپ کی پوری تحریک کے اثرات پورے ملک میں موجود تھے بقول ایک انگریز سیاح ہر جگہ جو عالم ملا وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اس خاندان کا فیض یافتہ تھا۔ یہ عالم محض ایسے نہ تھے جو مدرسہ و خانقاہ تک محدود ہوں۔ بوقتِ ضرورت میدان کار زار میں کود پڑنا ان کی سرشت تھی۔ اس قافلۂ سخت جاں کی قیادت کا قرعہ فال امیر سید احمد شہیدؒ کے نام پڑا۔ جو عمر میں سب سے کم تھا اور رائے بریلی سے حصول علم کے لیے دہلی آیا تھا۔ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ بصیرت بھانپ گئی۔ اپنے مادر زاد ولی بھائی شاہ عبد القادر قدس سرّہٗ کی تربیت میں اس حسنی سید کو دیا لیکن جلد ہی وہ اس محاذ پہ لگ گیا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا تھا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے دوران اس کے عجیب و غریب حالات دیکھ کر تعلیم منقطع کرا دی — سچ ہے۔

بلبتی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

اس کے بعد اپنے وطن مالوف کے مختصر قیام کے بعد پھر دہلی آئے اور روہیل کھنڈ کے افغانوں کے حوصلہ مند اور مدبر سردار نواب امیر خاں کی رفاقت اختیار کرلی۔ ایک حسنی صاحبزادہ اور اس کے یہ مشاغل، کہ گھوڑے کی سواری ہے، تیرنا ہے، تیر اندازی ہے، بندوقوں کی صفائی ہے اور نشانہ بازی ہے — سید صاحب کا نواب صاحب کے لشکر میں قیام اشارۂ غیبی کے ماتحت تھا آپ کے سوانح نگار مولوی سید جعفر علی صاحب "منظورۃ السعداء" میں لکھتے ہیں۔

"در باب اقامت جہاد شد

دیگرائے لشکر ظفر اثر ـــــ امیر الدولہ نواب امیر خان بہادر مرحوم شدند۔ لشکر میں سپاہیانہ اشتغال تھے، ارشاد و اصلاح کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ کم و بیش چھ برس اس حال میں گذرے کہ حالات نے نواب صاحب کو انگریزوں سے مصالحت پر مجبور کر دیا اور سید صاحب الگ ہو گئے وقائع احمدی کے بقول شاہ عبدالعزیزؒ کو لکھا۔

خاکسار قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا ہے۔ یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں۔ (ص۸۲)

۱۲۳۲ھ میں آپ دہلی آ گئے۔ اسی دوران شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجہ پر خاندان ولی اللّٰہی کے اکابر علماء نے جو عمر میں آپ سے کہیں بڑے تھے۔ آپ کی ارادت و بیعت کا تعلق اختیار کیا ابتداء کرنے والے مولانا عبدالحی بڈھانوی شیخ الاسلام اور مولانا محمد اسمٰعیل تھے پھر تو لوگوں کا رجوع ہوا اور بہت ہی زیادہ چند سے بعد آپ نے دوآبہ کا دورۂ تبلیغی شروع کیا یہی وہ عظیم الشان سفر ہے جس میں ہزاروں کی کایا پلٹی اور ہزاروں علماء و صلحاء جو خود اپنے مقام پر صاحب نسبت تھے آپ سے متعلق ہوئے ان حضرات میں شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی، میاں جی نور محمد جھنجھانوی جیسے اکابر شامل تھے اس سفر میں دیوبند جانا ہوا۔ مسجد قاضی میں کئی دن قیام کیا اور جس جگہ آج دارالعلوم دیوبند موجود ہے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا کہ یہاں سے علم

کی بُو آتی ہے اس عظیم الشان سفر سے واپسی پر دہلی آئے اور پھر وطن کا پروگرام بنایا۔ مشرقی اضلاع اور لکھنؤ وغیرہ میں تبلیغی سفر ہوا جہاں جاتے لوگوں کا ہجوم آتا اصلاح رسوم کا سلسلہ ہر جگہ جاری تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان گنت لوگ اخلاقی جرائم سے تائب ہوئے۔ اس سفر اور رائے بریلی کے قیام کے بعد حج کا عزم ہو گیا۔ معقولات میں جن لوگوں کا غلو تھا انہوں نے راستوں کے حالات کے پیش نظر حج کی عدم فرضیت کا فتویٰ دے رکھا تھا۔ آپ کا مقصد جہاں اس فتویٰ کی عملاً تردید تھی وہاں ملحقہ علاقوں میں حق کا پیغام پہنچانا اور بلا نوشان محبت کو بڑے مقصد کے لیے طیار کرنا بھی تھا ـــ طول و طویل سفر کے بعد کلکتہ پہنچے وہاں سلطان ٹیپو شہید کے صاحبزادوں سے بھی ملاقات ہوئی کیونکہ سلطان شہید کے خاندان اور خود انہیں آپ کے خاندان سے عقیدت و ارادت تھی۔ بالآخر سینکڑوں آدمیوں کا قافلہ توکل برخدا کلکتہ سے چلا۔ اور ۲۹ر شعبان ۱۲۳۷ھ کو مکہ معظمہ پہنچا۔ اگلا رمضان بھی مکہ معظمہ میں گذار کر شوال میں واپسی کا پروگرام بنایا اور واپسی براستہ بمبئی ہوئی چنانچہ یہ تبلیغی سفر پورا کر کے رمضان ۱۲۳۹ھ میں رائے بریلی تشریف لائے ایک سال دس مہینے کے قیام کے بعد اس سفر کے لیے نکلے جس کا ظاہری اختتام بالا کوٹ میں ہوا۔

رائے بریلی سے گوالیار ـــ گوالیار سے ٹونک اور ادھر سے سندھ کی طرف کا

راستہ اختیار کیا آپ جہاں اپنے سفر کو ابتدائی طور پر محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ وہاں اس علاقہ میں تبلیغ بھی مقصود تھی۔ ایران حیدر آباد کے علاوہ موجودہ پیر پگاڑا اور پیر جھنڈا کے بزرگوں سے ملاقات کرتے اور جہاد کی مہم میں ان کے مختلف النوع تعاون کو حاصل کرتے دشوار گذار راستوں سے درۂ بولان تشریف لائے اور کوئٹہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے براہ افغانستان پشاور پہنچے۔

میں نے بڑے اختصار کے ساتھ آپ کی زندگی کے شب و روز کا ایک خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم نے احیائے اسلام اور دین اسلام کی سربلندی کی خاطر کتنی عظیم الشان قربانیاں دیں۔

پشاور کے بعد جہاد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جس کی ابتداء بڑی حسین تھی لیکن افسوس کہ پشاور کے امراء کی غداری نے حالات کا رخ پلٹ دیا۔ بقول سید سلیمان ندوی ـــ

پشاور کے پٹھان امراء اگر وفاداری سے کام لیتے تو آج ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔

پشاور کے امراء نے بدعہدی کا مظاہرہ کیا اس سے تحریک کو شدید نقصان پہنچا راستہ میں پھر ملے جلے حالات سے سابقہ پڑا اور بالآخر ۲۴ر ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو یہ قافلہ سخت جان اپنے رب کے حضور سرخرو ہو کر پہنچ گیا۔

افسوس یہ ہے کہ ایک طبقہ نے ان عظیم المرتبت لوگوں کے عقائد و اعمال کو جرح نقد کا موضوع بنایا۔ نازوں میں پلی ہوئی اِس

مخلوق کو کیا علم۔ جنہے کبھی دین اسلام کی خاطر کانٹا بھی برداشت نہیں کیا اور راہ حق کے مسافروں نے کیا کیا مصائب جھیلے ـــ حالت یہ ہے کہ کوئی ان پر بدعقیدگی کی معاذ اللہ تہمت لگاتا ہے تو کوئی یہ کہتا ہے کہ ان کا مقصد سکھ گردی سے نمٹنا تھا اور انگریز سے ان کی درپردہ سازباز تھی۔ حالانکہ پہلے الزام کے لیے صراطِ مستقیم اور عبقات جیسی کتابیں واضح جواب ہیں تو دوسرے الزام کے لیے سید صاحب کے خطوط اور آپ کے فرامین موجود ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جب اس بات کی ابتدائی کڑیاں حضرت مجدد الف ثانی کی سوچ، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ ہے تو پھر یہ الزام دینے والوں کو سوچنا چاہیئے کہ انہیں ایک دن بارگاہِ قدس میں حاضر ہونا ہے۔ ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

عزیزانِ گرامی! بالاکوٹ کا مشہد آج بھی ہمیں پکار کر کہہ رہا ہے۔

سودا خمار عشق میں شیریں سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اگر تعصب اور حسد کی پٹی نہ بندھی ہو۔ مسٹر ہنٹر اور دوسرے انگریز مورخین نیز اہلِ تحقیق کی کتابیں یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ بظاہر بالا کوٹ کا قصہ ختم ہو گیا لیکن نہیں بعد کی تمام تحریکیں جن میں ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی، تحریک ریشمی رومال اور تحریک خلافت و تحریک پاکستان سبھی شامل ہیں۔ ان کے پس منظر میں مشہد بالا کوٹ کی دبی چنگاریاں شامل تھیں۔ یہی چنگاریاں تھیں جو وقتاً فوقتاً بھڑکتی رہیں۔ اور بالآخر انگریز کے خرمن کو جلانے کا باعث بنیں۔

ہمارے عزیز نوجوان صد ہزار تبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان عظیم المرتبت لوگوں کے مشن کی طرف توجہ دی۔ ان کی یاد کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بالا کوٹ میں ان کی یاد میں ایک عظیم الشان مسجد شہداء بنائی جائے اور اس کے ساتھ ایک مثالی قسم کا دارالعلوم ہو۔ ایسا دارالعلوم جس کا مقصد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے بقول محض علم و تعلیم نہ ہو بلکہ ایسے مجاہد اور غازی تیار کرنا ہوں جو کفر کی بساط کو لپیٹ کر رکھ دیں۔

حضراتِ گرامی! پاکستان انہی سرفروشوں کی قربانیوں کا ثمرہ ہے اور آزادی کے لیے قریب قریب دو سو سال۔ یہ لوگ محنت نہ کرتے تو ہم آج اس مملکت میں موجود نہ ہوتے اور نہ ہی اس مملکت کا دنیا میں وجود ہوتا ان مجاہدین اور جان سپاروں نے اپنی ہڈیاں تڑوا کر اور اپنی بوٹیاں نچوا کر ہمارے لیے روشنی کا مینار تعمیر کیا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی اس طرح یاد منائیں۔ جو منشائے ربانی کے عین مطابق اور خونِ شہداء سے میل کھاتی ہو۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ بالا کوٹ میں مسجد و مدرسہ کا اہتمام کیا جائے ـــ پاکستان میں اسلامی قدروں کے احیاء کی تحریک منظم کی جائے۔ اور پوری دنیا سے سامراج اور سامراج نوازوں کا قلع قمع کرنے کے لیے تحریک جہاد منظم کی جائے کہ اسی میں ہماری بقاء کا راز مضمر ہے ـــ جو دوست ان اسلام کے جی دار سپاہیوں کے عقائد و اعمال اور ان کے تاریخی کردار پر نکتہ چین ہوتے ہیں اُن سے اتنا عرض کروں گا۔ کہ

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

کے دن سے ڈریں جب ہر کسی کا کیا دھرا سامنے آئے گا تو کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا ـــ آج اصل ضرورت یہ ہے کہ اسلاف امت کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی چاردانگ عالم میں پھیلائی جائے اور ملت کے جوانوں میں جذبۂ جہاد کا صور پھونکا جائے تاکہ پوری دنیا میں مسلمان جس زبوں حالی کا شکار ہیں اس سے نجات حاصل کر سکیں۔

کراچی اور نواح کے احباب کے لئے

حضرت الامام لاہوری قدس سرہ کے انتہائی مخلص خادم اور کراچی میں انجمن کی شاخ کے نگران جناب الحاج محمد یوسف صاحب مسجد انجمن خدام الدین پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی میں ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب مجلس ذکر کا اہتمام فرماتے ہیں ـــ احباب اس مجلس خیر و برکت سے فائدہ اٹھائیں

مولانا امین احسن اصلاحی

کاروان اور منزل

اگر ہندوستان میں اسلامی کلچر اور اسلامی تہذیب کے کچھ باقیات، صالحات آج موجود ہیں تو یقیناً وہ صرف علماء اور عربی درسگاہوں کی بدولت موجود ہیں۔ اگر غدر کے بعد چند چھوٹے بڑے مدرسے نہ قائم ہو گئے ہوتے اور بعض علماء حق (اللہ تعالیٰ ان کی قبریں ٹھنڈی رکھے)، زمانہ کی ہر طرح کی نامساعدات کے باوجود جگہ جگہ پھوس کے جھونپڑے ڈال کر قال اللہ اور قال الرسول میں مشغول نہ ہو جاتے تو آپ دیکھتے کہ ہمارا اسلامی کلچر کب کا علی گڑھ کے اسٹریچی ہال کے عین محراب و منبر کے درمیان مذبوح ہو چکا ہوتا۔ نہ کانگرس کے خنجر ستم سے قتل ہونے کے لیے آج تک وہ باقی رہتا اور نہ ہمارے دوستوں کو اس غم میں سوار ہونے اور مجالس عزا برپا کرنے کی سعادت حاصل ہوتی۔ مگر عربی مدارس کا احسان ہے کہ اسلامی کلچر یا کم از کم اس کے نام کی محبوبیت عوام کے دلوں میں باقی رہ گئی کہ آج آپ کو اپنا سوانگ تیار کرنے کے لیے کسی جاذب نظر عنصر کی تلاش میں آثار قدیمہ کی کسی گیلری کا ممنون احسان ہونا نہیں پڑا۔ ایک بنی بنائی چیز اپنے گھر ہی مل گئی مگر علماء اور عربی مدارس کی بدقسمتی دیکھئے کہ بارود کے چند ذرّے آج تک انہوں نے بیگانوں کی چنگاریوں اور یگانوں کی سرد مہریوں سے بچا رکھے تھے آج انہی کی مدد سے ہمارے دوستوں نے ایک میگزین طیار کر لی اور اس کی پوری طاقت خود علماء اور عربی مدارس کی تباہی میں صرف کر رہے ہیں۔ ہم کو ان دوستوں سے تو کوئی شکایت نہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں انہیں یہی کرنا چاہیئے مذہب، مذہبی تعلیم، عربی مدارس، علماء کا وجود اور عوام پر ان کا اثر، یہ سب چیزیں ان کی آزادی، ان کی خود بینی، اور ان کے اقتدار کی راہ میں روک اور ان کی مطلق العنانیوں اور بے قیدیوں پر پابندی عاید کرنے والی تھیں اور وہ عرصہ سے اس فکر میں تھے کہ ان زنجیروں کو کسی طرح توڑیں۔ پس اگر آج وہ ان کو توڑنے کے لیے زور آزمائی کر رہے ہیں تو اس پر شکایت اور افسوس کا کیا موقع ہے اس کی تاریخ تو بہت پرانی ہو چکی البتہ یہ ضرور ہے کہ حالات نے ان کو ایک اچھا موقع دے دیا لیکن حریف کو کوئی اچھا موقع ہاتھ آ گیا تو اس پر اپنا سر پیٹیے۔ اس کو

"دائرہ حمیدیہ" سرائے میر کے زیر نگرانی الاصلاح نامی رسالہ کسی زمانہ میں نکلتا جو بڑے دقیع مضامین پر مشتمل ہوتا۔ اگست ۱۹۳۸ء کا ایک رسالہ ہمیں دستیاب ہوا اس کے شذرات میں "کاروان اور منزل" کے نام سے ایک طویل شذرہ رسالہ کے ایڈیٹر مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے ہے ہندوستان اور اس جیسی اصطلاحات حذف کر دیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مضمون آج بھی کی ضرورت کے لیے لکھا گیا ہے علماء کی تنظیم کے سلسلہ میں اس کے مندرجات بطور خاص اہل علم کے لیے قابل توجہ ہیں۔

(ادارہ)

گالیاں کیوں دیجیے"۔

موسولینی کے متعلق سنا ہے کہ وہ پہلے ایک سرگرم اشتراکی تھا لیکن جنگ عظیم کے زمانہ میں جب حالات نے کروٹ بدلی، اور وطن پرستی اور نسل پرستی کی جنون خیز ہوائیں ہر ملک میں چلنے لگیں تو اس عہد کے بہت سے مشہور اشتراکیوں کی طرح وہ بھی اشتراکیت سے تائب ہو کر ان کے مخالفوں سے مل گیا اور اشتراکیت کو شکست دینے کے لیے ایک نیا سوانگ تیار کیا جس میں اشتراکیت اور سرمایہ داری دونوں کے نعرے جمع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے سرمایہ دار اس لیے اس کے ساتھ ہو گئے۔ کہ وہ سرمایہ داری کا محافظ ہے۔ اور غریب عوام اس لیے ساتھ ہو گئے کہ وہ اشتراکیت کا علمبردار ہے اس طرح وہ

بلا شرکت غیرے جب مالک الملک بن بیٹھا تو اب موسیٰؑ بن کر تورات کے احکام عشرہ لکھواتا ہے اور ایک امام معصوم کی حیثیت سے ملک کے بچوں کو اپنا کلمہ یاد کراتا ہے کہ (MUSSOLIN IS ALWAYS RIGHT) اور کوئی نہیں جو اس امام معصوم کے حکموں سے سرتابی کر سکے۔ ؎

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

بعینہٖ یہی ڈراما ہم نے ہندوستان میں مسلمانوں کے اندر دیکھا۔ انقلاب کی بڑھتی ہوئی رَو سے نوابوں، تعلقہ داروں اور وفاداروں کا طبقہ خائف تھا اور کسی پناہ کی تلاش میں بیقرار۔ دوسری طرف غریب عوام تھے جو اندر اندر ایک گہری تبدیلی کے لیے بےچین اور صدائے داعی کے لیے گوش برآواز۔ تیسری طرف ایک اور خطرناک جماعت بھی تھی جو مذہبی تھی مگر دنیا کی پوری تاریخ کے خلاف اس نے انقلاب سے دوستی کر رکھی تھی۔ اب ضرورت تھی ایک ایسے افسوں کی جو وفاداروں کو ناموں سے غریبوں کو مخبوط و معطل اور اس تیسری خوفناک جماعت کو بالکل مفلوج اور دست و پاشکستہ کر دے۔ اس مشکل کے حل کے لیے بہترین اسوہ مسولینی کا طرز عمل تھا چنانچہ ہمارے احباب نے بھی اسی مشکوٰۃ ہدایت سے اخذ نور کیا اور حیرت انگیز طور پر یہاں بھی امیر و غریب اور پنبہ و آتش دونوں کے نعرے ایک ہی حلق سے بلند ہونے لگے۔ اب رہ گئی صرف تیسری جماعت۔ یہ خطرناک تھی اور اس کا مٹانا نہ صرف اس لیے ضروری تھا کہ یہ انقلاب کی ساتھی ہے بلکہ سب سے زیادہ اس لیے ضروری تھا کہ اس کے وجود کے ساتھ وہ خوفناک چیز وابستہ تھی جس کا نام مذہب ہے اور جس کے باقی رہتے ہوئے انگریزی تمدن کی ان برکتوں کے پھیلنے میں شدید رکاوٹیں ہیں جن کے یہ ایجنٹ ہیں۔ بالآخر اس افعی کے لیے بھی ایک زمرد ہاتھ آ ہی گیا اور وہ بھی مسولینی ہی سے گویا مستعار لیا گیا ہے وہ یہ کہ ان کو خود ان کے بھیس میں آ کر شکست دی جائے۔ چنانچہ ان کے حالات کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے کاندھے پر مذہب اور اسلامی کلچر کی حفاظت کی جو عبا ہے وہی سب سے زیادہ طلسماتی ہے اسی کی آڑ میں ان کی ساری سطوت چھپی ہوئی ہے۔ اسی کے سحر سے عوام مسحور ہیں اور اسی کے اندر سے مذہب اور شریعت کے وہ تمام فتنے اٹھتے ہیں جنہوں نے سارے عیش کو منغص کر رکھا ہے پس کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ یہی عبا خود پہن لیجائے کہ جو ہتھیار ان کے پاس ہے وہ ہمارے پاس بھی ہو جائے۔ پھر ان کے پاس ایک ہتھیار رہ جاتا ہے اور ہمارے پاس اس ایک کے علاوہ ہزاروں۔ اور ایک اور ہزار کا کیا مقابلہ۔!

اس جنگ کا فیصلہ ہو چکا یا ابھی اس میں کچھ دیر ہے؟ اس پر اس وقت بحث کرنا نامناسب ہے لیکن فیصلہ کا اعلان تو اخباروں اور بیانات میں بارہا ہو چکا ہے اور آپ نے بھی پڑھا ہو گا کہ بار بار بڑے فخر سے کہا گیا ہے کہ "ہندوستان کے مسلمانوں کو ہم نے مولویوں کے پنجہ سے نکال لیا"۔ ہم خوش ہیں اور اپنے دوستوں کو مبارک باد دیتے ہیں کہ کچھ کام تو ہوا۔ مسلمان انگریزوں کے پنجے سے نہ چھوٹے نہ سہی۔ مولویوں کے پنجے سے تو چھوٹ گئے۔

؎ ہاں اہلِ طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

اس کا دامن نہیں ملتا نہیں سہی اپنا گریبان تو پاس ہی ہے۔ پھر اسی کو کیوں نہ تار تار کیجیے۔ ؎

دامن اس کا تو بہت دور ہے اے دستِ جنوں
کیوں ہے بیکار گریباں تو میرا دور نہیں

انگریزوں کی تمام کوششیں باہمہ حیلہ و فن، اس فن میں ناکام رہی تھی پس جن لوگوں نے یہ جنگ جیتی ہم تسلیم کریں گے کہ وہ انگریزوں سے زیادہ بہادر اور ان سے زیادہ ہوشیار و کارواں ہیں۔ پھر لطف یہ کہ ہندو کا اقتدار اس میں آپ سے آپ ختم ہو گیا کہ ان کو راستہ دینے والے تو مولوی تھے جب وہ مر گئے تو اب ہندو کا کیا ذکر۔

اب لے دے کے انگریز رہ گیا ہے سو ان آہنی انگلیوں کے اندر جنہوں نے مولوی اور ہندو دونوں کو ایک ساتھ مسل دیا۔ انگریز کی کاغذی پسلیوں کی کیا ہستی ہے! اگر زمانہ سازگار رہا اور فلسطین کے لیے لندن وفد جا پایا تو انگریز کا قصہ وہیں پاک ہوا جاتا ہے اور اگر اس میں کچھ زیادہ دم خم ہے تو اب وہ دن گئے کہ مسلمان مولوی کے پنجہ میں گرفتار اور ہندو کا صید ستم ہو۔ اب انگریز جب چاہیں اور جہاں چاہیں مقابلہ میں آ کے دیکھ لیں۔ جی چاہے پنجاب میں، جی چاہے بنگال میں۔ اور بہتر ہو گا کہ بنگال ہی میں

کیونکہ ان کا پہلا فتحمند معرکہ پلاسی وہیں پیش آیا تھا پس بہتر ہے کہ ان کی آخری رسواکن شکست بھی ہو۔ گلی کے دہانہ ہی پر ہو کہ انگریزوں کے عروج و زوال دونوں کا سررشتہ مورخ کو ایک ہی جگہ مل جائے زیادہ کاوش کی ضرورت نہ پیش آئے۔

یہ ہمارے ان دوستوں کا حال ہے جو بزعم خویش مولویت کی کمر توڑ کر نچنت ہو چکے ہیں اور جشن فتحمندی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہم ان حضرات کو مبارک باد دیتے ہیں جو ہندوستان میں خلافتِ اسلامیہ کے قیام کی سعی میں مولویت کے اس قتل عام میں شریک رہے ہیں کہ اُن کی مساعی مشکور ہوئیں وہ خوش ہوں کہ مرگ حریف کی خبر شائع ہو چکی اب صرف خبر وصل کا مرحلہ باقی رہ گیا ہے اور خواجہ صاحب نے یہی دو تین باتیں چاہی تھیں۔

یا وفا، یا خبر وصل تو، یا مرگ رقیب
بازی چرخ ازیں یک دو سہ کارے بکند

مگر خواجہ صاحب لسان الغیب ہیں، معلوم نہیں "وفا" سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر وفاداری انگریز ہے تو سبحان اللہ یہ تو روح و ریحان و جنت النعیم کی تمام بشارتیں یکجا ہو گئیں۔ اب تو اس مردِ غیب کے پہچاننے میں کسی کو بھی شبہ نہ ہوگا جس کی نسبت خواجہ صاحب نے فرمایا تھا کہ:

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

لیکن علماء کی جماعت کے ساتھ ان کے رفقاءِ انقلاب کا معاملہ بھی کچھ اچھا نہیں ہے یہ لوگ ان کی آرزوؤں اور توقعات کے زیادہ ہمدرد نہیں ہیں ان میں جو مسلمان ہیں وہ انگریزی تعلیم پائے ہوئے نوجوان ہیں جو آزادی کا ولولہ تو رکھتے ہیں مگر مذہب سے واقف نہیں ہیں اس لیے قدرتی طور پر ان رجحانات سے کوئی وابستگی نہیں رکھتے جو علماء کے اندر موجود ہیں اور ہندوؤں کا یہ حال ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ پھیلنے کے باوجود بھی اتنی وسعت اپنے اندر نہیں پیدا کر سکتے کہ علماء کے خیالات اور ارادوں کے ساتھ متفق ہو سکیں۔ بلاشبہ سیاسی بیداری نے ہندوؤں کے نقطہ نظر میں بہت کچھ تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں لیکن ان کی بلند ترین پرواز کی آخری حد بھی اس حد سے بہت دور ہے جہاں تک ہمارے علماء اتر سکیں گے اس دوری کو قریب کرنا مشکل ہے اور اس کو دونوں جماعتیں محسوس کر رہی ہیں اگر یہ دوری انگریز سے قریب کر دے تو معاملہ نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ اور بہتیروں نے اسی طرح یہ مشکل حل کر لی ہے مگر ہمارے علماء، شاید اس پر راضی نہ ہو سکیں گے۔ اسی لیے اندیشہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کو اپنے ساتھیوں سے بھی لڑائی لڑنی پڑے گی۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ اس لڑائی کا انجام کیا ہوگا۔؟

بہر حال علماء کے لیے ایک کشمکش کا زمانہ ہے ان کے دوست تھوڑے دشمن زیادہ ہیں۔ ایک جماعت ان سے علانیہ بر سر پرخاش ہے لیکن دوسری بھی کچھ زیادہ ہمدرد نہیں ہے۔ وہ صرف ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے ان کے مشوروں سے متاثر ہونے کے لیے بہت زیادہ آمادہ نہیں ہے۔ ان حالات کے اندر علماءِ دین کی خدمت اسی وقت کچھ کر سکتے ہیں جب ان کی اپنی تنظیم بہت مضبوط ہو ہمارے نزدیک مسلمانوں کی تمام صلاح و فلاح علماء کی تنظیم میں مضمر ہے۔ عام مسلمانوں کی تنظیم علماء ہی کی رہنمائی میں ہونی چاہیئے جو تنظیم علماء کی رہنمائی میں نہ ہو اس میں ہم مسلم قوم کے لیے کوئی خیر و برکت نہیں دیکھتے۔ مسلمان اگر اس راز کو سمجھ نہیں رہے ہیں تو ان کو یہ راز سمجھانا علماء ہی کا فرض ہے اگر علماء کو اپنی قوم، اپنا مذہب اور اپنا تمدن عزیز ہے تو ان کے لیے آخری بازی کا وقت آگیا ہے اگر اس وقت انہوں نے ذرا غفلت کی تو حفاظت مذہب کے تمام بلند بانگ دعوؤں کے باوجود مذہب کا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔

علماء کی تنظیم کے بہت سے لوازم ہیں ان پر انشاءاللہ آئندہ ہم لکھیں گے۔ فی الحال صرف اتنی گزارش کریں گے کہ تذبذب نہایت مہلک روگ ہے اسی چیز نے تمام معاملہ کو درہم برہم کر رکھا ہے۔ یہ چیز بالکل نکل جانی چاہیئے۔ خیالات سورج کی طرح روشن اور صاف ہونے چاہئیں۔ پھر کامیابی یقینی ہے مسلمانوں کو ایک مخلص، ترقی پسند اور مذہبی جماعت کی ضرورت ہے باہمہ نقائص یہ صفات جس قدر علماء کی جماعت میں موجود ہیں کسی دوسری جماعت میں موجود نہیں ہے کہ مسلمان ان کے پیچھے کیوں نہ چلیں گے۔ ہاں استقامت شرط ہے اور بالفرض اس میں کامیابی نہ بھی ہو جب بھی صراطِ مستقیم یہی ہے

حضرت مولانا السید ذوالفقار علی دیوبندی قدس سرہ

مولانا محمد قاسم نانوتوی رح

مولانا ذوالفقار علی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی دونوں مولانا مہتاب علی اور مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ دونوں حضرات نے مکتبِ مہتابی اور دہلی کالج میں تعلیم پائی تھی دونوں ایک ہی شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ دار العلوم دیوبند کی بنا میں بھی دونوں حضرات شریک تھے مولانا ذوالفقار علی جب حج کے موقع پر حاجی امداد اللہ سے بیعت ہوئے تو حاجی صاحب نے مولانا ذوالفقار علی کی رُوحانی تربیت کے لیے مولانا محمد قاسم نانوتوی کو مقرر کیا۔ (بایں ہمہ مولانا محمد قاسم نانوتوی آپ کا بہت احترام کرتے تھے اس لیے کہ مولانا نانوتوی نے آپ کے بڑے بھائی مولانا مہتاب علی صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ (سوانح قاسمی جلد ۱ ص ۱۸۸) گذشتہ صفحات میں دونوں حضرات کے تعلقات کی ان کڑیوں کا قدرے ذکر آچکا ہے، اس لیے اب ہم مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صرف حالات زندگی پر روشنی ڈالیں گے۔

ابتدائی حالات

قصبہ نانوتہ کے اکابر میں مولانا محمد قاسم نے جس قدر شہرت پائی اتنی کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی، اس کا سبب ان کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو آج بھی دار العلوم دیوبند کی شکل میں موجود ہے اور علوم اسلامی کی گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ، شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ میں قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام خورشید حسین ہے، ان کے والد شیخ اسد علی مولانا مملوک علی نانوتوی کے ہم عمر تھے اور ان کے ہمراہ تحصیلِ علم کی غرض سے دہلی گئے تھے لیکن علم سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے فارسی کی چند کتابوں سے آگے نہ بڑھے اور وطن واپس آگئے اور اپنے کاشت کاری کے کاموں میں لگ گئے۔ ایسے باپ کو اللہ تعالےٰ نے مولانا محمد قاسم جیسا گوہر شب چراغ عطا فرمایا کہ جس کی ضیا باریوں سے ایک عالم مستنیر ہوا۔

تعلیم: مولانا محمد قاسم کی تعلیم کا آغاز نانوتہ ہی میں ہوا وہیں انہوں نے قرآن کریم۔ اور مکتبی تعلیم ختم کی اتفاق سے اسی زمانہ میں ان کے دادا غلام شاہ اور تفضل حسین سے جھگڑا ہوا۔ جس میں مولانا محمد قاسم کے ماموں فصیح الدین کے ہاتھ سے تفضل حسین مارے گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کو دیوبند بھیج دیا گیا یہاں انہوں نے کچھ دنوں مولوی مہتاب علی کے مکتب میں پڑھا۔ پھر اپنے نانا کے پاس سہارنپور چلے گئے جو وہاں وکیل تھے۔ سہارن پور میں مولوی محمد نواز سے عربی کے ابتدائی رسالے پڑھے۔ ۱۲۵۹ھ میں مولوی صاحب کے نانا کا انتقال ہو گیا۔ مولوی محمد قاسم نے دیوبند اور سہارن پور میں رہ کر فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۲ محرم ۱۲۶۰ھ کو مولانا مملوک علی ان کو اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب کو تعلیم کی غرض سے دہلی لے گئے۔ ۴ محرم ۱۲۶۱ھ کو مولانا نے کافیہ شروع کیا پھر مولانا محمد قاسم کو دہلی کالج میں داخل کرا دیا۔ مگر مولانا محمد قاسم امتحان میں شریک نہ ہوئے مولانا نے حساب اور اقلیدس کا نصاب قلیل مدت میں ختم کر لیا کہ طلباء اور اساتذہ دونوں کو حیرت ہوئی بلکہ ماسٹر رام چندر نے تو مولوی ذکاء اللہ کے ذریعہ چند سوال بھیجے۔ بالواسطہ امتحان بھی لیا

اور مولانا اس میں کامیاب ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے علوم متداولہ کی تکمیل مولانا مملوک العلی اور مفتی صدر الدین آزردہ سے کی اور علم حدیث مولانا احمد علی سہارنپوری اور شاہ عبد الغنی مجددی سے حاصل کیا۔

بیعت

قیام دہلی میں حاجی امداد اللہ سے ۱۲۶۶ھ میں بیعت ہوئے (انوار قاسمی ص ۱۲۷)

مطبع احمدی کی ملازمت

مولانا احمد علی سہارنپوری نے ۱۲۶۲ھ میں حجاز سے واپس آکر دہلی میں ایک پریس مطبع احمدی کے نام سے قائم کیا تھا اس مطبع سے ۱۲۶۵ھ میں جامع ترمذی ۱۲۶۷ھ میں صحیح بخاری اور ۱۲۷۱ھ میں مشکوٰۃ المصابیح نہایت اہتمام سے شائع ہوئیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے طالب علمی کے زمانہ ہی میں، مطبع احمدی میں تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ملازمت کا تعلق پیدا کر لیا تھا۔ ان ہی تعلقات کی بنا پر مولانا نانوتوی نے مولانا سہارنپوری سے سنن ابی داؤد پڑھی آپ کے خالص ہم درس مولانا رشید احمد گنگوہی تھے۔

اس مطبع سے جو صحیح بخاری شائع ہوئی اس کی تصحیح و تحشیہ میں مولانا نانوتوی بھی شریک رہے اور اس کام کو انہوں نے باحسن وجوہ انجام دیا جس سے حدیث میں ان کی ژرف نگاہی ورک اور ممارست کا اندازہ ہوتا ہے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء اور حج بیت اللہ

۱۸۵۷ء کے جہاد میں آپ شریک رہے جس کا مفصل تذکرہ حاجی امداد اللہ کے حالات زندگی میں آچکا ہے۔ چند دن آپ روپوش رہے اسی روپوشی کے سلسلہ میں ۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۹ / نومبر ۱۸۶۰ء میں نانوتہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے۔

مطبع مجتبائی میرٹھ سے تعلق

مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں سفر حج سے واپس آئے، اب حالات کچھ سازگار ہو گئے تھے اور معافی کا اعلان ہو چکا تھا۔ مولانا مجتبائی میرٹھ میں تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ملازم ہو گئے اس مطبع کے مالک منشی ممتاز علی تھے مولانا نانوتوی اس مطبع سے ۱۲۸۵ھ تک وابستہ رہے۔ اسی سال مولانا نانوتوی اور منشی ممتاز علی مالک مطبع مجتبائی، حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ منشی ممتاز علی چونکہ ہجرت کے ارادہ سے گئے تھے اس لیے مطبع ختم کر دیا تھا۔ مولانا نانوتوی حج سے واپسی کے بعد مطبع ہاشمی میرٹھ سے وابستہ ہو گئے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مولانا عبد الجلیل علی گڑھی کے فرزند مولوی محمد اسمٰعیل کو بخاری پڑھانے کی غرض سے علی گڑھ نو ماہ قیام کیا۔

منشی ممتاز علی نزہت رقم، فن خوشنویسی میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد ہجرت کے ارادہ سے حجاز گئے تھے لیکن واپس آ گئے اس مرتبہ انہوں نے اپنا پریس "مطبع مجتبائی کے نام سے دہلی میں قائم کیا اور مولانا محمد قاسم کو مطبع میں تصحیح کا کام کرنے کے لیے دہلی میں بلا لیا۔ مطبع مجتبائی سے ۱۲۸۶ھ میں ایک حمائل شریف شائع ہوئی جس کی تصحیح مولانا نانوتوی نے فرمائی تھی۔ یہ حمائل منشی ممتاز علی نزہت رقم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھی تھی، یہ مطبع منشی ممتاز علی سے مولوی عبد الواحد نے خرید لیا تھا۔

مولانا نانوتوی ساری عمر مطابع میں تصحیح کا کام کرتے رہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ درس و تدریس کی مجلسیں بھی گرم تھیں۔

دار العلوم دیوبند کا قیام

دار العلوم دیوبند کی تاسیس کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ اس کا آغاز چھتہ کی مسجد میں ۱۲۸۳ھ میں ایک چھوٹے سے مدرسہ کی شکل میں ہوا تھا۔ اس کو ترقی دینے والے مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ آپ ہی نے ۱۲۹۲ھ میں اس مدرسہ کو دار العلوم کی شکل دینے کا فیصلہ کیا تھا اور وسیع پیمانہ پر اس کی بنیاد ڈالی اور تاحیات اس کی ترقی و فلاح کے لیے کوشاں رہے۔ اور آئندہ کے لیے ایک لائحہ عمل مقرر کر دیا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی دار العلوم دیوبند کے قیام کے زمانہ میں میرٹھ میں تھے۔ آپ ہی نے دار العلوم کے سب سے پہلے مدرس ملا محمود کو میرٹھ سے تدریس کے لیے دیوبند بھیجا تھا۔

حج: تیسرا حج آپ نے ۱۲۹۴ھ میں کیا (انوار قاسمی ص ۳۲۴) اس حج کے سفر میں آپ کے ہمراہ مشاہیر علماء کی جماعت تھی ص ۳۳۹)

مناظرے

مولانا محمد قاسم نانوتوی، جید عالم، صوفی بہت بڑے مناظر، عظیم فلسفی اور خطیب تھے۔ اسلام کی ترجمانی و نمائندگی اور دفاع میں ان کی تصانیف و مکتوبات اور مناظرے ان کے تبحر علمی پر شاہد ہیں۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مشہور پادری تارا چند، میلہ خدا شناسی شاہجہان پور میں عیسائیوں اور ہندوؤں کے مناظرین اور مناظرہ رڑکی میں پنڈت دیانند جی کو شکستِ فاش دی اور اسلام کی ترجمانی اور نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

شاعری

شاعری کا بھی ذوق تھا۔ آپ کے قصائد اور نعتیہ کلام مطبوع ہے۔

انتقال

۴ / جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ، ۱۵ / اپریل ۱۸۸۰ء بروز پنجشنبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وصال ہوا۔ بعد مغرب ۱۸۵۷ء کے جہاد کے مجاہد، غازی، دار العلوم دیوبند کے بانی، اسلام کے عظیم فلسفی و مصلح اور متبحر عالم و صوفی کو دیوبند کی سرزمین میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

اولاد

مولانا نانوتوی نے دو صاحبزادے محمد ہاشم اور شمس العلماء احمد اور دو صاحبزادیاں اکرامن اور رقیہ یادگار چھوڑیں۔ محمد ہاشم کا جوانی میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ حافظ محمد احمد صاحب دار العلوم دیوبند کے مہتمم بنے۔ ۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۹ء کو ان کا انتقال ہوا۔ ان کے دو صاحبزادے مولوی محمد طاہر اور مولانا محمد طیب ہیں۔ مولوی محمد طاہر وفات پا چکے ہیں اور قاری محمد طیب دار العلوم دیوبند کے مہتمم ہیں علم و فضل کے اعتبار سے عالمی شہرت کے مالک ہیں۔

تصانیف

تحشیہ بخاری شریف، آب حیات، مصابیح التراویح، ہدیۃ الشیعہ، الدلیل المحکم علیٰ قرأۃ الفاتحہ للموتم، اجوبہ اربعین، اسرار قرآنی، تقصیۃ العقائد، تحذیر الناس، رد قول الفصیح حجۃ الاسلام، گفتگو مذہبی (میلہ خدا شناسی)، مباحثہ شاہجہان پور، انتصار الاسلام، قبلہ نما، جواب ترکی بہ ترکی، تقریر دلپذیر، توثیق الکلام در مبحث خلف الامام، تحفہ لحمیہ، انتباہ المومنین، فیوض قاسمیہ جمال قاسمی، لطائف قاسمیہ، مکتوبات قاسمیہ الاجوبۃ الکاملہ فی الاسولۃ الخامسہ، اور قصائد قاسمیہ"[۱]

تلامذہ

مولانا محمد یعقوب نانوتوی (ولد مولانا مملوک علی)، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا احمد حسن محدث امروہوی مولانا عبد العدل، مولانا عبد الرحمٰن مفسر امروہوی مولانا عبد العلی محدث دہلوی، مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوری، مولانا منصور علی مرادآبادی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا سعید نومسلم، مولوی محمد اسمٰعیل علیگڑھی اور مولانا علاؤ الدین وغیرہم آپ کے مشہور شاگرد ہیں[۲]

(۱) زیادہ تر حالات مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری سے لیے گئے ہیں۔ مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول ۱۹۶۶ء ص ۲۰۷، ۲۳۹۔

(۲) انوار قاسمی از پروفیسر انوار الحسن (ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور بار اول ۱۹۶۹ء صفحات ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۴۲، ۴۵۰، ۴۶۰، ۴۷۰)

مولانا محمد قاسم نانوتوی سر سید احمد کی نظر میں۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات پر سر سید احمد خاں نے "علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" میں ایک مضمون لکھا تھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے[۱]

"افسوس ہے کہ جناب ممدوح (مولانا محمد قاسم نانوتوی) نے ۱۵ / اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں بمقام دیوبند انتقال فرمایا، زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کے لیے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آوے نہایت رنج اور غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔

مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے ان کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلوماتِ علمی میں شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کم ہو اِلّا اور تمام باتوں سے ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحٰق سے بڑھ کر نہ تھا، تو کم بھی نہ تھا۔ درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے۔"

(۱) علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴ / اپریل ۱۸۸۰ء ص ۴۶۷-۴۶۸)

(باقی آئندہ)

داخلہ

مدرسۃ البنات کراچی

لاہور کی طرح کراچی میں بھی انجمن خدام الدین کی شاخ نے بچیوں کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام کیا ہے جس میں مروجہ نصاب کے ساتھ ساتھ بنیادی دینی ضروریات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے

اس باقاعدہ اور رجسٹرڈ ادارہ میں اپنی بچیوں کو داخل کرا کر ان کی دنیا و آخرت سنواریں۔

داخلہ جاری ہے — فوراً رجوع کریں۔

رابطہ کے لئے

مدرسۃ البنات انجمن خدام الدین
فردوس کالونی پہلی چورنگی ناظم آباد، کراچی

کاروانِ توحید و سنّت

ایک ایسی تنظیم ہے جو توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت، شرک و بدعت کی تردید، نظام خلافتِ راشدہ کی ترویج، امت مسلمہ کے اتحاد اور مسلک سلف صالحین کے تحفظ کیلئے عمل میں لائی گئی ہے۔ اس تنظیم کے سرپرست مولانا ضیا القادری گجرات اور مولوی محمد افضل صاحب کوٹ کلاں (پنڈ دادنخاں) ہیں جبکہ صدر قاضی ضیاء اللہ ملکوال، نائب صدر قاری فتح محمد ملکوال، ناظم اعلیٰ قاری محمد حسین میانی، ناظم مولوی شیر محمد چکوال، ناظم نشر و اشاعت حافظ عزیز الرحمٰن خورشید اور خازن قاضی ثناء اللہ بنّا میاں والا (میانی)

رابطہ کے لئے

قاضی ضیاء اللہ جامع مسجد بزم توحید، ملکوال
ضلع گجرات

دُعائے صحت کی درخواست

حضرت لاہوری قدس سرہ کے رفیق و جلیس اور جماعت کے مخلص و محترم ہمدرد جناب عبدالحمید صاحب بٹ بہت دنوں سے بیمار ہیں ان کا کامیاب آپریشن ہو چکا ہے۔ احباب سے دعاءِ صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں ممدیں کے پتہ پر بھیجنا ضروری ہیں۔
: ایڈیٹر :

• حیات امام احمد بن حنبلؒ

تصنیف: الشیخ ابو زہرہ مصریؒ
ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری مرحوم
حاشیہ: مولانا عطاء اللہ حنیف
قیمت: پینتالیس روپے
ملنے کا پتہ: ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے مجدد دین وملت اور امام برحق کے بقول امام احمد بن حنبل میں آٹھ خوبیاں تھیں یعنی امام فی الحدیث، امام فی الفقہ، امام فی السنہ، امام فی القرآن، امام فی الفقر، امام فی الزھد امام فی الورع، امام فی اللغتہ، امام صاحب قدس سرہٗ اپنی عظیم الشان کتاب مسند احمد کے ذریعے زندہ جاوید ہیں جس کے کئی ایڈیشن مختلف ممالک میں حال ہی میں چھپے اور مختلف اہلِ علم نے اس پر تحقیقی کام کیا اس کے علاوہ آپ ان چار آئمہ میں سے ایک ہیں جن کی فقہی کاوشیں دنیا میں رنگ لائیں اور عوام کے ساتھ ساتھ اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت نے انہیں قبول کیا۔ فقہ حنبلی سے دنیا کا کونسا باشعور مسلمان واقف نہیں، یہ فقہ امام صاحب ہی کی کوششوں کی مرہون منت ہے اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس ضمن میں جو سعی کی۔ وہ دنیائے اسلام کے لیے ایک یادگار حقیقت ہے اس کے ساتھ امام صاحب کے جہاد و مجاہدہ کی ایک ایسی طویل داستان ہے جسے ابو الکلام آزاد قدس سرہٗ جیسے جادو نگار اہل قلم ہی صفحہ قرطاس پر منتقل کر سکتے ہیں۔ مولانا جب امام صاحب پر لکھتے ہیں تو دوسری دنیا میں کھو کر "خلق قرآن" کے فتنہ سے اہلِ علم یقیناً واقف ہیں اس فتنہ کی تہ میں جو چنگاریاں موجود تھیں انہیں امام صاحب ایثار و قربانی اور عزم و استقامت سے ٹھنڈا نہ کرتے تو گلشن اسلام پر نہ معلوم کیا گذرتی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور اس طرح کہ حکومتیں اور ان کے مذہبی گماشتے دم توڑ کر رہ گئے۔ الشیخ ابو زہرہ قدس سرہٗ دنیائے اسلام کی نامور شخصیت تھے آپ دنیائے اسلام کے علمی و فکری محسن مصر کی فواد یونیورسٹی کے لاء کالج میں قوانین اسلامی کے پروفیسر تھے۔ موصوف نے اپنے کالج میں ایک سال — امام احمد بن حنبل، امام دار السلام کے عنوان سے لیکچر دیئے۔ زیر تبصرہ کتاب انہی لیکچروں کی تہذیب و ترتیب کے بعد معرض وجود میں آئی اور دنیائے اسلام میں بہت مقبول ہوئی۔ فاضل مصری نے سب سے پہلے امام صاحب کی حیات و زندگی پر سیر حاصل بحث کی ہے اور پھر ان کے عہد ابتلا پر مفصل کلام کیا ہے اس حصہ میں آپ کے ابتلاء کے اسباب اور ان کے ادوار پر گفتگو کی گئی ہے اور اس فتنہ کا پورا پس منظر و پیش منظر ذکر کیا گیا ہے جو "خلق قرآن" کے نام سے معروف ہے یہ گویا کتاب کا پہلا حصہ ہے دوسرے حصہ میں امام کے افکار و آراء پر تفصیلی کلام ہے اس میں عقائد کے باب میں، سیاست ملی کے باب میں اور محدث و فقیہہ کی حیثیت سے ان کے افکار کا ذکر ہے اس ضمن میں فقہ حنبلی کے عمومی اوصاف اس کے اصول و استنباط، اجماع، قیاس، نصوص و مصالح جیسے مسائل کو زیر بحث لا کر ان پر کلام کیا گیا ہے۔ پھر آپ کی فقہ کے چند خاص پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس مسلک کے فروغ، حنبلی علماء کے کارناموں وغیرہ کا تذکرہ ہے گویا کتاب ہر پہلو سے مکمل ہے اور اس کے اردو مترجم جناب رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم ہیں جو عربی سے اردو ترجمہ میں بڑے مشاق و ماہر تھے انہوں نے مولانا عطاء اللہ حنیف کے تقاضے سے یہ کام کیا اور خوب! مولانا حنیف نے بعض مقامات پر ضروری حواشی کا اضافہ کیا ہے یہ حواشی اس لیے ضروری تھے کہ

فاضل مصنف کہیں کہیں مسلک اعتدال سے بڑھ گئے تھے اس کی تصحیح ضروری تھی۔ بہرحال اب کتاب ایک مکمل شکل میں ملک سنز کی کاوش سے سامنے آ رہی ہے ناشرین نے ہر معاملہ میں خوش ذوقی کا مظاہرہ کیا ہے ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کا خوب خیر مقدم کیا جائے گا۔

• دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت

از : مولانا سید عبدالشکور ترمذی

قیمت :

• ملنے کا پتہ : ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

مولانا عبدالشکور صاحب ترمذی "الولد سر لابیہ" کا صحیح مصداق ہیں آپ کے والد بزرگوار مفتی عبدالکریم صاحب قدس سرہٗ جید عالم دین اور باخدا بزرگ تھے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے متعلق اور حضرت کے حکم سے خانقاہِ اشرفیہ کے مفتی! قاری صاحب ماشاءاللہ محض صاحبزادے نہیں پختہ کار اہل علم اور صاحب صلاح و تقویٰ ہیں اور اب تو عمر کی پختگی کی وجہ سے تقریر و تحریر میں ایک خاص چمک پیدا ہوگئی ہے آپ نے بہت مسائل پر قلم اٹھایا اور واقعہ یہ ہے کہ ہر مسئلہ پر حق ادا کر دیا۔

تبلیغ دین جتنا اہم کام ہے اس سے زیادہ اہم کام اس کو ان اصولوں کے مطابق کرنا ہے جو دین لانے والے پیغمبر نے ارشاد فرمائے۔ بہت سے حضرات خلوص و محبت کے باوجود بعض معاملات و مسائل میں غلطی کر بیٹھتے ہیں جس سے بسا اوقات نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔ قاری صاحب نے اس پس منظر میں یہ رسالہ لکھا ہے بوجوہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت بہت ضروری ہے مالکان ادارہ اسلامیات نے خوبصورتی کے ساتھ چھاپا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

بقیہ : تین دوست

بولا۔ "تم نے ہمارے پڑوسی راجہ کی ہتک کی ہے۔ سپاہیو اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔"

بادشاہ کا بوڑھا وزیر بہت دور اندیش اور عقلمند تھا۔ حضور آپ ایک ہیرے کو توڑ کر ملاحظہ فرمائیں اگر اس کی بات غلط ثابت ہوئی تو ضرور اس کی گردن اڑا دی جائے گی بادشاہ نے وزیر کی بات مان لی اس نے ہیرا توڑنے کا حکم دیا۔ ہیرے کو پتھر مار کر توڑا گیا تو سچ مچ اس میں سے ایک جگنو برآمد ہوا۔ بادشاہ اور ان کے سب درباری حیران رہ گئے۔ بادشاہ نے ہیرا پرکھنے والے سے پوچھا کہ تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ ان میں جگنو ہے؟ وہ عرض کرنے لگا۔ حضور میری انگلیاں بڑی حساس واقع ہوتی ہیں۔ ہیروں کے اندر سے حرارت سی محسوس ہو رہی ہے میں نے اس سے اندازہ لگا لیا کہ ان کے اندر زندہ جگنو بند کئے گئے ہیں۔

بادشاہ ہیرے پرکھنے والے سے بہت خوش ہوئے اور بہت سا انعام عطا کیا اس کے بعد اس کے دوسرے دوستوں کو بلایا اور انہیں بھی انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ تینوں دوست امیر بن گئے اور بڑے ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنے لگے۔

بچوں کا صفحہ

تین دوست

ایاز محمود میر

کہتے ہیں کسی شہر میں تین دوست رہتے تھے ان میں سے ہر ایک کو اللہ میاں نے ایک ایک صفت عطا کر رکھی تھی۔ پہلے شخص میں یہ خوبی تھی کہ وہ ہیرے کو چھو کر یہ بتا سکتا تھا کہ ہیرا اصلی ہے یا نقلی۔ دوسرا شخص کسی گھوڑے کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس گھوڑے کی نسل کے بارے میں سب باتیں بتا سکتا تھا۔ تیسرا شخص جانوروں کی بجائے انسانوں کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا تھا۔

تینوں دوست بہت نیک اور سیدھے سادھے تھے لیکن مل جل کر محنت مزدوری کر کے ہنستی خوشی زندگی بسر کرتے تھے۔ تینوں میں پکی دوستی تھی وہ ایک ساتھ کام پر جاتے، اکٹھے کھاتے پیتے اور گھومتے پھرتے تھے۔ بیچارے بڑی محنت کرتے تب کہیں جا کر دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی۔

ایک دن تینوں دوستوں نے مشورہ کیا کہ ہمیں بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر تینوں دوست دوسرے دن صبح سویرے شاہی محل کی طرف چل پڑے اور شاہی باغ کے پاس کھڑے ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے بادشاہ معمول کے مطابق باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا تینوں نے جب بادشاہ کو دیکھا تو بلند آواز میں جھگڑنا شروع کر دیا بادشاہ نے اپنے ایک پہرے دار کو حکم دیا کہ وہ انہیں گرفتار کر کے ہمارے سامنے حاضر کرے۔

جب انہیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے ان سے جھگڑنے کا سبب پوچھا۔ ان میں سے ایک ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا حضور ہم اس بات پر جھگڑا کر رہے تھے کہ ہم میں سے زیادہ کون ذہین اور عقلمند ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ نے ایک ایک صفت عطا کر رکھی ہے۔ مجھ میں یہ صفت ہے کہ میں ہیرے کو چھو کر یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا؟ پھر اس نے اپنے دوسرے دوستوں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ شخص گھوڑوں کی نسل کے بارے میں جانتا ہے اور دوسرا شخص عورت مرد کے خاندان اور ذات پات کے متعلق بتا سکتا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیے کہ ہم تینوں میں زیادہ قابل اور اہم فن کا مالک کون ہے۔

بادشاہ ان تینوں کی عجیب اور انوکھی صفات سن کر بہت حیران ہوا اس نے سوچا کہ ایسے قابل لوگوں کو تو دربار میں رکھ لینا چاہیئے یقیناً یہ لوگ کارآمد ثابت ہوں گے۔ یہ سوچ کر تینوں دوستوں سے کہا کہ تم لوگ آج سے شاہی دربار میں رہا کرو وقت آنے پر آپ لوگوں کا امتحان لیا جائے گا۔ اور انعام سے سرفراز کیا جائیگا۔

تینوں دوستوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا وہ بہت خوش تھے کہ ان کی ترکیب کامیاب رہی انہوں نے سر جھکا کر بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور تینوں دربار میں جانے لگے۔ ان دوستوں کو شاہی دربار میں رہتے اور کھاتے پیتے کافی عرصہ گزر گیا۔ ایک دفعہ بادشاہ کی سالگرہ کے موقع پر ہمسایہ ملک کے راجہ نے چند ہیرے تحفے میں بھیجے بادشاہ ہمسایہ ملک کے راجے کا یہ تحفہ پا کر بڑا خوش ہوا۔ ہیرے دیکھ کر اچانک بادشاہ کو ہیرے پرکھنے والے کا خیال آیا۔ اسے فوراً تینوں دوستوں میں سے ہیرا پرکھنے والے کا خیال آیا۔ اس نے فوراً تینوں دوستوں میں سے ہیرا پرکھنے والے کو بلایا۔ اس نے آکر ہیرے پر اپنا ہاتھ رکھا اور چند لمحے بعد بولا۔

حضور! یہ ہیرے بہت حسین اور خوب صورت ہیں، ان میں چمک اور روشنی بھی ہے لیکن یہ ہیرے اصلی نہیں ہیں یہ عام شیشے کے ٹکڑے ہیں۔ اور ان میں بڑی خوبی سے ایک ایک جگنو بند کیا گیا ہے۔

بادشاہ یہ سن کر تلملا اٹھا اور گرج کر

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

بہنوں کا صفحہ

کھانے کے آداب

شگفتہ یاسمین

اللہ کا نام لو

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کھانا کھاتے وقت بسم اللہِ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھی جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے یہ الفاظ کہے۔ بِسمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ۔

دائیں ہاتھ سے کھاؤ

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کھانا کھاؤ، دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اور کوئی چیز پیو تو داہنے ہاتھ میں لے کر پیو۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پئے۔ اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

تین انگلیاں استعمال کرو

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں (انگوٹھے، انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی) سے کھایا کرتے تھے۔

دستر خوان بچھا کر کھاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان بچھا کر کھایا کرتے تھے۔

کچھ بھوک چھوڑ دو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن ایک انتڑی سے کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں سے (یعنی خوب ٹھونس کر کھانا مومن کا طریقہ نہیں کچھ بھوک چھوڑ دینی چاہیے)

گوشت چھری سے مت کاٹو

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوشت کو چھری سے کاٹ کر مت کھاؤ۔ یہ طریقہ اغیار کا ہے۔ بلکہ دانتوں سے کھاؤ۔

عیب مت نکالو

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

ہاتھ دھو لو

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ پر چکنائی وغیرہ ہو تو دھو لینی چاہیے۔ بغیر دھوئے سو گئے اور ہاتھ کو ضرر پہنچ گیا تو پھر اپنے آپ ہی کو ملامت کرو گے۔

پانی پینے کے آداب

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سانس میں اونٹ کی طرح پانی پینے کو منع فرمایا ہے۔

شکر اور حمد وثنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا صابر روزہ دار کی مانند ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَطعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ المُسلِمِینَ۔ (ساری حمد وثنا اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمانوں کے زمرے میں شامل کیا)